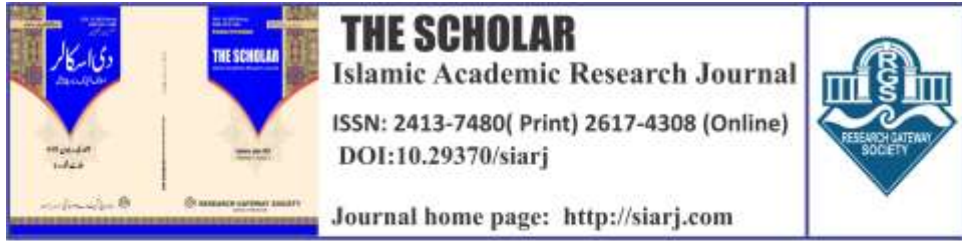



# حیات انسانی پر قصص القرآن کے معاشرتی اثرات

# THE SIGNIFICANCE OF QAṢAṢ AL-QURʾĀN ON HUMAN SOCIETY

**Saira Jabaeen Malik**

Lecturer, Department of Islamic Studies, National University of Modern Languages (NUML), H-9 Islamabad, Islamabad

Email: saira@numl.edu.pk

**ORCID ID:**

https://orcid.org/0000-0002-1117-6648

**To cite this article:**

Malik, Saira Jabaeen. "URDU-THE SIGNIFICANCE OF QAṢAṢ AL-QURʾĀN ON HUMAN SOCIETY." The Scholar-Islamic Academic Research Journal 7, No. 2 (December 24, 2021).

**To link to this article:** https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

| | |
|---|---|
| **Journal** | The Scholar Islamic Academic Research Journal<br>Vol. 7, No. 2 \|\| July -December 2021 \|\| P. 55-73 |
| **Publisher** | Research Gateway Society |
| **DOI:** | 10.29370/siarj/issue13urduar4 |
| **URL:** | https://doi.org/10.29370/siarj/ issue13urduar4 |
| **License:** | Copyright c 2017 NC-SA 4.0 |
| **Journal homepage** | www.siarj.com |
| **Published online:** | 2021-12-24 |

# حیات انسانی پر قصص القرآن کے معاشرتی اثرات

# THE SIGNIFICANCE OF QAṢAṢ AL-QUR’ĀN ON HUMAN SOCIETY

Saira Jabaeen Malik

## ABSTRACT:

*Human life comes into being due to a social unit called family and a collection of many such units constitutes a unit called society. Social life organizes and disciplines the day to day affairs including educational, social and some other needs. The society frames rules and regulations and compels people to respect the rights of other people. In this regard Al-Quran narrates various stories about human social life with a view to educating and reforming human beings. These Quranic stories are intended to produce good sentiments about honouring guests, possessing tender feelings for near ones, patience, self-control, rights and duties, and self-sacrifice. In addition, there are other stories to discourage evils like waywardness, telling lies, deceiving in weights and measures, indecency, immodesty and other evil doings. These Quranic stories teach all people to live in accordance with the injunctions of Islam and the life history of our Prophet Muhammad (SAW) in order to eliminate evil from human societies and make these clear and pure. Some of the stories are named after various Prophets like Hazrat Adam (A.S), Hazrat Ibrahim (A.S), Hazrat Ismail (A.S), Hazrat Luth (A.S), Hazrat Yousuf (A.S), Hazrat Sohaib (A.S), Hazrat Ayoob (A.S), Hazrat Younis (A.S) and Hazrat Mosis (A.S) and are meant for refraining people from evil and reforming human societies.*

*We should take lesson from these Quranic stories and try to reform human societies in the guiding lights of these stories contained in Al-Quran.*

**Keywords:** Qaṣaṣ Al-Qurʾān, Qurʾān and Society, Ethics, Social life, Social Interaction

**کلیدی الفاظ:** قصص القرآن، قرآن اور معاشرہ، اخلاقیات، سماجی زندگی، سماجی تعلقات

انسان اپنی پیدائش سے ہی مختلف انفرادی خاندانی اور معاشرتی اکائیوں کا محتاج رہا ہے انسان انفرادی حیثیت میں کبھی بھی عقل کل نہیں، اسے ہمیشہ اپنی ابتدائی زندگی میں اپنے والدین کی رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے، انسان کی ذہنی جسمانی نشوونما والدین کے بعد اساتذہ اور دیگر معاشرتی ادارے جیسا کہ دینی تعلیمی ادارے، مساجد اور دیگر اعلیٰ تعلیمی ادارے ہی کرتے ہیں یہ تمام انفرادی ادارے مل کر ایک بامقصد اور منضبط معاشرے کی بنیاد رکھتے ہیں۔

معاشرے کے اندر خیر اور شر دونوں ہی قوتیں بیک وقت روبا عمل ہوتی ہیں بظاہر بدی کی قوت جو کہ پرکشش نظر آتی ہے عمومی طور پر معاشرے پر حاوی ہو جاتی ہے جب کہ نیکی کی قوت جو کہ دشوار گزار مگر پاکیزہ زندگی کی ضمانت ہوتی ہے انسانی معاشرے میں بدی کی قوت کے ساتھ بر سرپیکار رہتی ہے انہی دو قوتوں پر مبنی معاشرہ وجود میں آتا ہے جو اپنی خوبیوں کی بنا پر معاشرے کے اندر سدھار یا بیگاڑ پیدا کرتا ہے مگر بآخر نیکی کی قوت ہمیشہ بدی پر غالب آجاتی ہے اور معاشرے اچھائی کی قوت کو تسلیم کر کے انسانی معاشرے کو قواعد وضوابط کا پابند بنادیتے ہیں جس سے ایک متمدن معاشرہ وجود میں آتا ہے جو انسانی زندگی اور اس کے جان ومال کا تحفظ کرتا ہے اور جزااور سزا کا باقاعدہ نظام رائج کرتا ہے۔

بنیادی طور پر انسانی معاشرے پر مذہبی اور تہذیب کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں تاہم تعلیم یافتہ لوگ مذہبی اثرات کے زیادہ داعی ہوتے ہیں اور اپنی زندگیوں پر مذہبی اثرات کو زیادہ جلدی قبول کرتے ہیں۔ مسلم معاشرہ بالخصوص قرآن وحدیث کو اپنی زندگی کا محور سمجھتا ہے اور انہی میں بیان کردہ مختلف حالات وواقعات جنہیں قرآن حکیم کی زبان میں قصص القرآن کہا گیا ہے پر عمل کر کے راہ نجات کا ذریعہ تصور کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد انبیاء کے قصص بیان کیے گئے ہیں جو کسی نہ کسی طور پر انسانی زندگی کے مختلف شعبہ جات کے لیے نہ صرف راہنمائی فراہم کرتے ہیں بلکہ انھیں ان کے ممکنہ انجام سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

قصص قرآنی میں کئی قسم کے واقعات کا ذکر ہے جس میں ایک قسم انبیاء کا اپنی قوم کو دعوت حق دینے اور انبیاء کے معجزات کا ذکر ہے دوسری قسم کے قصوں میں سابقہ امتوں کے ادوار میں ہونے والے حادثات سے متعلق اور ان لوگوں کے قصص جن کی نبوت ثابت نہیں ہوئی، اس تحقیق میں تفصیل سے اسباق امم کی روشنی میں ذکر کئے گئے ہیں۔ تیسری قسم کے قصائص قرآنی رسول ﷺ کے دور میں واقعہ ہوئے مثلاً سورۃ العمران میں غزوہ بدر اور احد،

اور سورۃ توبہ میں غزوہ حنین اور تبوک اور سورۃ الاحزاب میں غزوہ احزاب اور سورہ اسراء میں اسراء و معراج شریف جیسے واقعات ذکر ہیں۔ یہ تمام قصائص انسانی معاشروں میں ہی رونما ہوئے اور بعد کے انسانی معاشروں پر ان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے اور انہی قصائص قرآن کی وجہ سے انسانی زندگی کی سمت کا تعین کیا گیا جو کہ مجموعی طور پر انسانی معاشرے میں سدھار اور جدید دور کی تہذیبوں کی بنیاد ہے۔

## معاشرت کی فلسفیانہ حقیقت:

افراد کا ایسا گروہ جو کسی مشترکہ نصب العین کی خاطر وجود میں آیا ہو معاشرہ کہلاتا ہے کسی بھی معاشرے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے افراد کے مابین مشترکہ سوچ اور مشترکہ سرگرمی پائی جاتی ہو۔اس قسم کے معاشرے میں کسی بھی جغرافیائی حد بندی کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ مسلمان ساری دنیا میں جہاں بھی آباد ہیں ایک ہی معاشرے کے رکن ہیں۔ مثال کے طور پر کسی بھی معاشرے کے افراد کے مابین عقائد، رسوم اور رواج میں بڑی حد تک یکسانیت کا پایا جانا بھی از حد ضروری ہے۔اس طرح ہر مذہب کے ماننے والے اپنے اپنے معاشرے کے رکن ہیں۔اسلامی معاشرہ کے تمام شعبے خواہ ان کا تعلق سیاسیات سے ہو دین سے ہو یا معاشیات سے قرآن و سنت پر عمل کرتے ہیں اور اس کے ہر فرد کو دوسرے لوگوں کے مساوی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔[1]

معاشرہ افراد کے اجتماع سے وجود میں آتا ہے اس اجتماع کی ابتدائی صورت خاندان ہے اس وجہ سے عمرانیات کی زبان میں خاندان کو معاشرے کی اکائی بھی کہا جاتا ہے اس طرح مل جل کر زندگی گزرنا معاشرت کہلاتا ہے ایک گروہ یا خاندان پر مشتمل تمام نسل انسانی کا آپس میں مل جل کر رہنا معاشرہ کہلاتا ہے یعنی افراد کے ایسے مجموعہ کو جو ایک جیسے مفادات مقاصد فکر و سوچ اور رسم و رواج رکھتا ہے ''معاشرہ'' کہتے ہیں۔ مفکرین کے مطابق انسان مدنی الطبع ہے پیدا ہوتے ہی اسے ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی دوسروں سے بے نیاز ہو کر الگ زندگی بسر کرنا چاہے تو زندگی بسر نہیں کر سکتا کیونکہ انسان فطری طور پر اجتماعیت پسند ہے۔ کوئی انسان بغیر دوسروں کے سہارے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔اس طرح معاشرہ کا مقصد افراد کی مادی ضروریات پوری کرنا ہے۔[2]

---

1 – Hamīd Ali, Urdu Jamī'u Encyclopedia, Punjab University, 1988, p.2
For more consult Hadith -e-Qudsi in this regard narrated by: Neshapuri, Sahih Muslim, Dar al-jīl Beruit, Lebanon, v.8, p.13 (HN: 6721)

2 – Chīmā, Ghulam Rasool, Islam ka Umrānī Nizām, Ilm-o-Irfān Publisher, Urdu Bazar, Lahore, p.16

انسان کی تربیت معاشرے میں ہوتی ہے اس لیے قرآن حکیم نے عمرانی زندگی کو بہت اہمیت دی ہے۔انسان کی تخلیق کا مقصد بھی عمرانی زندگی کے علاوہ پورا نہیں ہو سکتا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾[3]

ترجمہ: اللہ تعالٰی کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔

حدیث میں آتا ہے:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى[4]

ترجمہ: تو مومنوں کو ایک دوسرے پر رحم محبت اور مہربانی میں ایسے دیکھے گا جیسا بدن میں ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے اعضاء بخار اور بیداری میں اس کے شریک ہوتے ہیں۔

اسی اجتماعی انسانی زندگی کی تشریح میں ابن خلدون (804) انہیں بنیادوں پر اپنا کردار ادا کیا؛

"فهويعالج في المقدمة "واقعات العمران البشري" أو"لأحوال الاجتماع الإنسان" وهي ما يطلق عليها اليوم "الظواهر الاجتماعية"..[5]"

ترجمہ: وہ مقدمہ میں "عمران انسانی کے واقعات" یا "انسانی معاشرت کے احوال" جن کا آج کے روز "سماجی مظاہر" کے طور پر اطلاق ہوتا ہے اُن کا علاج یا حل سامنا لایا ہے۔

3 – Al-Qurān: 3:103, *Al-Qurān*:3:110
4 – Neshapuri, Sahih Muslim, v.8, p.20 (HN: 6751)
5 – Khaḍarī, Dr. Zainab, Falfasat al-Tarikh ‘nd Ibn Khaldūn, Dar al Thaqafa, Cairo, Egypt. 1989, p.82

ابن خلدون نے انسانی حیات کے تمام جوانب کی حقیقتوں کو فلسفیانہ انداز میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان کے اقدار کس حقیقت کے متقاضی ہیں۔

## قرآن کریم میں معاشرے کی اہمیت:

اللہ رب العزت نے انسان کی معاشرتی زندگی کے لیے بنیادی رہنمائی فراہم کرنے کا انتظام پیغمبروں کی توسط سے فرمایا۔انسان مقصد کے اعتبار سے ایک ہی تھے۔خود غرضی اور جہالت نے انسانوں کو اس فکری وحدت سے الگ کر دیا۔پیغمبروں نے انسان میں فکری وحدت پیدا کی ہے۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا﴾[7]

ترجمہ: اور تمام لوگ ایک ہی امت تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔

اسلامی معاشرہ وحدت انسانیت کے تصور کے ساتھ فکری وحدت عطا کرتا ہے۔اسلام کی معاشرتی تعلیمات نے معاشرے پر بہت اچھے اثرات مرتب کئے ہیں اور معاشرے کی اساس عقیدہ توحید پر رکھی ہے۔انسانی اقدار کی بنیاد پر اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت مساوات و برابری ہے۔قرآن نے انسانی سعادت و شقاوت، عروج و زوال اور ترقی و تنزل کا جو قانون بیان کیا ہے یا مکافات عمل کا جو تذکرہ کیا ہے وہ ایسا ضابطہ ہے جو تمام انسانوں کے لیے برابر ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ﴾ [8]

ترجمہ: یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔

اسلام معاشرے کی تشکیل میں دینی اصولوں کے مطابق انسانی فطرت کے تقاضوں کی ترجمانی کرتا ہے۔انسان معاشرتی صنف ہے معاشرے کی بنیاد کا ڈھانچا باہمی آہنگی پر ہی قیام باقی رکھ سکتا ہے، تبھی رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

6 – Alvi, Khalid, Islām Kā Mu’ashiratī Nizām, Maktaba Ilmiya, Lahore, 1991, p.29
7 – *Al-Qurān:* 10:19, an for details see, *Al-Qurān:* 3:19, 58
8 – *Al-Qurān: 17:70*

"«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" [9]

انسانی معاشرت ڈھانچے اوصاف کیا ہونے چاہئے اس کی مکمل ترجمانی سورہ حجرات کی ایک ایک آیت فلسفیانہ بنیادوں پر کرتی ہے کہ معاشرے کی معاشرت کے لئے ایک مؤمن کو کیسے رہنا چاہئے،اس کے لئے ابتداء ہی ایسے کرتا ہے کہ :

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [10]

اس آیت مبارکہ اہل اسلام کو دراجات کے مطابق زندگی کے اصول سے شروع کرتی ہے، کیوں کہ معاشرے کے بگاڑ کا اہم سبب بھی آپسی منازل اور درجات میں بے راہ وروی ہے فرمان نبی ﷺ ہے:

"أنزلوا الناس منازلهم" [11]

ترجمہ: "لوگوں کو عہدے کے مطابق حیثیت دو"

اس طرح سورۃ الحجرات معاشرے کے تمام اصولوں کو سامنے رکھتی ہے کہ کیسے ہم مہذب اور شائستہ معاشرے کے طور پر خود کو ثابت کر سکتے ہیں۔ دور حاضر کی ترقی یافتہ اقوام کو دیکھیں گے تو ان کے اندر وہ کئی اصول نظر آئیں گے جن ذکر قرآن کریم نے کیا ہے۔

اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت سادہ طرز زندگی اختیار کرنا کیونکہ اسلام زندگی میں بے جا نمود و نمائش کو پسند کی نظر سے نہیں دیکھتا۔اس طرح کی سادہ زندگی گزارنے سے معاشرے کے بہت سے مسائل نہ صرف آسانی سے حل ہو جاتے ہیں بلکہ خود بخود راہیں کھلتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی مالی سہولت میسر ہونے کے باوجود سادہ زندگی گزار کر مسلمانوں کے لیے ایک عملی نمونہ پیش کیا ہے۔ [12]

9 – Bukhāri, Muhammad Bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhari, Dar Ibn Kathir, Yamama, Beirut, Lebanon , v.1, p.14, (HN:13)

10 *Al-Qurān: 49:1*

11 Sajīstani, Abī Daūd, Sunan Abī Daūd, Dar Al-Risala Al-'Alamiya, Beirut, Lebanon, 2009. (HN:4842)

12 – Shahab, Rafiullah, Islami Muashira, Sang-e-Mīl Lahore, 1988, p.54

معاشرے کی تعمیر یا گراوٹ انسانی جنسی بنیادوں پر وجود رکھتا ہے، معاشرہ مرد اور عورت کے ہم آہنگ کردار کے بغیر اپنی ساکھ تعمیر ہی نہیں کر سکتا ہے، نبی کریم ﷺ نے معاشرت انسان کے اسلوب سے انسانیت کو آگاہ فرمایا تو تبھی گرے ہوئے طبقے پے درپے آنے لگے یہاں تک کی بندشوں کی وجہ وہ چھپ چھپ کر آپ سے معاشرے کے منظم مستقم اسلوب کی معرفت لینے لگے۔ ابھی معاشرے کی ترقی مرد اور عوت کے اسلامی اصول کی اقتدائیب پر منحصر ہے ورنہ اسلام سے پہلے دنیا کے ہر معاشرے میں عورت انسانی حقوق سے محروم تھی اور ذلت کی زندگی گزار رہی تھی اور اسلام آیا تو اس نے عورت کو عزت کا مقام دیا۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾[13]

ترجمہ: اور عورتوں کے حقوق ویسے ہی ہیں جیسا ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

عورت ایک مال کی حیثیت رکھتی تھی جبکہ اسلام نے اسے اپنی حقیقت حیات سے آشنا فرمایا اور تعمیر معاشرے میں اس کے کردار کے بارے اسے آگاہ فرمایا اور یہی اسلامی معاشرے کی خصوصیت ہے۔

اس کے بعد معاشرے کی تعمیر میں باہمی یگانگت اہم حصہ رکھتی ہے، کہ انسان مختلف فکری حصوں میں بٹا ہوا ہے اور اس کی طبیعت کے دونوں رخ چیز کی تعمیر یا چیز کی تباہی پائے جاتے ہیں، تبھی قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾[14]

عصر حاضر میں معاشرتی بگاڑ کا اہم کردار مذہبی عدم رواداری ہے، مذہبی پہلو جذبات پر مبنی ہونے کی وجہ سے انتشار میں شدت آتی ہے تبھی قرآن حکیم میں ہمیں مذہبی رواداری کا جگہ جگہ درس ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

13 – *Al-Qurān: 2:228*
14 – *Al-Qurān, 49:13*

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ﴾[15]

ترجمہ: اور گالی مت دو ان کو جن کو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا معاشرتی زندگی کے تمام اصول اور خصوصیات کسی انسان کی وضع کردہ نہیں ہیں بلکہ یہ تمام ضابطہ حیات اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔اسی وجہ سے ان پر عمل پیرا ہونے میں کامیابی ہے انسانی زندگی گزارنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف تمام اصول حق کے ساتھ نازل کئے گئے۔ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ قرآن سے پہلے تمام انبیاء پر انسانی زندگی کی فلاح کے لیے اصول اتارے گئے تھے وہ بھی حق تھے۔گویا اللہ کی طرف سے نازل شدہ اصول ہی وہ سیدھا راستہ ہے جس پر انسان چل کر ہی کامیاب ہو سکتا ہے۔

## انسانی زندگی پر معاشرتی اثرات:

اس حصے میں میں قرآن کریم کے قصص کی روشنی میں معاشرتی اثرات اور تعمیراتی اصول کو سامنے لانا ہے؛

- معاشرے کی تعمیر میں حقوق العباد کی بہت اہمیت ہے اور ان میں مہمانوں کے بھی حقوق ہیں مہمانوں کی آؤ بھگت، خیر مقدم، تواضع اور ضیافت کرنا سنت ابراہیمی ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمانوں کا استقبال کرنے کے بعد فوراً ہی ان کے لیے کھانے کے انتظامات میں لگ گئے تھے۔میزبان کو چاہیے کہ کھانے پینے کے انتظامات مہمان سے چھپا کر کرے ورنہ امکان ہے کہ مہمان تکلف کرتے ہوئے منع کر دے۔مہمان کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق اچھے سے اچھا انتظام کرنا چاہیے جیسا کہ وہ مہمان آپ کے لیے نئے تھے لیکن پھر بھی آپ نے بچھڑا ذبح کر دیا۔اس کے ساتھ ساتھ میزبان کے رویے سے یہ ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خدمت کر کے اس پر کوئی احسان کر رہا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے سامنے کھانا پیش کر کے گزارش کے انداز میں فرمایا: ﴿ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴾[16] آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں؟ یہ جملہ استفہامی انداز میں انہیں کھانے پر ابھارنے کے لیے کہا مہمان کے کھانے سے میزبان کو خوشی ہونی چاہیے۔جو لوگ مہمانوں پر خرچ نہیں کرتے وہ بخیل ہیں مہمانوں کو نہ کھاتے دیکھ کر آپ ڈر گئے تھے۔یہ کیوں نہیں کھا رہے ہے کیونکہ انہوں نے بہت انتظام کیا تھا اس طرح اس واقعہ سے انسانی زندگی پر ضیافت کا

---

[15] – *Al-Qurān, 3: 108, and Al-Qurān, 29:46*
[16] – *Al-Qurān, 51:26*

ادب اثرانداز ہوتا ہے کہ میزبان مہمان کو اپنے کسی ماتحت کے حوالے کر کے مطمئن نہ ہو جائے بلکہ خود اس کی دیکھ بھال کرے۔[17] اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی معاشرے پر اثر ڈالتی ہے۔

- سیدنا ابراہیم کی سیرت طیبہ سے ایک بات اپنے بیٹے کی تربیتی بہت معنی رکھتی ہے، جب آپ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے بیٹے کو قربان کرنے جا رہے تھے۔ بیٹے کو کہا کہ حکم ربانی کے موجب یہ ہونے لگا ہے تو بیٹے نے کہا:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ
أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ
مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ[18]

اس واقعے سے باپ اور بیٹے کے حوالے سے تربیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کیسا فرمانبردار کہ کہا جو حکم ہوا آپ وہ کر دکھایئے۔ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والا فرمانبردار پائیں گے۔ آپ چھری چلا رہے ہیں اور بیٹا حکم کی تکمیل کر رہا ہے۔ معاشرے میں والدین اپنے بچوں کی اسطرح تعلیم و تربیت کریں کہ وہ والدین کا ہر حکم بجالائیں۔

قرآن حکیم میں بیان ہونے والے قصص قرآنی سے اسلامی معاشرہ پر دوررس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے اس زمین کو آباد فرمایا اور ساتھ ہی اس بات کا درس دیا کہ اگر انسان اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے تو اس کی توبہ کو قبول کر دیا جاتا ہے۔

- حضرت ھود علیہ السلام اور بہت سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت بہترین اسوہ ہے کہ تبلیغ اور حق کی راہ میں بدی کا بدلہ نیکی سے دیا جائے اور تلخی کا جواب نرمی سے، البتہ مبلغ ان کی بد کرداری پر اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کو ضرور یاد دلائے اور آنے والے انجام بد پر ضرور تنبیہ کرے کہ کوئی بھی قوم جب اجتماعی بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو صفحہ عالم سے مٹا دیتا ہے۔

- علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جس قوم (سدوم) کی طرف بھیجا وہاں کے لوگ فحاشی اور بداخلاقی میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ دنیا کی کوئی بھی برائی ایسی نہ تھی جو ان میں موجود نہ ہو اور کوئی خوبی ان میں موجود نہیں تھی یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی جس نے ایسے ناپاک عمل کی ابتداء کی جسکا نام لواطت ہے۔ اس

17 – Nadvi, Razi ul Islām, Hayāt Muhammad, Zāhid Bashīr Press, Lahore, 2015, p.128
18 *Al-Qurān, 37:102*

سے بھی زیادہ خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور فخر سے سرانجام دیتے۔[19] ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت وطہارت کی زندگی کی رغبت دلائی گزشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج بتا کر عبرت دی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ أ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ﴾[20]

ترجمہ: کیا تم مردوں کے پاس بدفعلی کے لیے آتے ہو اور راستے بند کرتے ہو اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کا کام کرتے ہو؟

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو معاشرتی برائیوں سے روکا۔ اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے ابلاغ حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کام کیا اور انہوں نے اپنی قوم کو ان کی خباثتوں پر ملامت کیا اور شرافت و طہارت کی زندگی گزارنے کی رغبت دلائی۔ غرض کہ آپ علیہ السلام نے قوم کو ان برائیوں سے روکا جو معاشرتی زندگی کو بگاڑتی ہیں۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ-كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ﴾[21]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے نوح کی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس وہ دونوں

[19] – Nadvi, p.128
[20] – *Al-Qurān, 29:29*
[21] – *Al-Qurān, 66:10*

(نیک بندے)ان سے اللہ کے (کسی عذاب کو) نہ روک سکے اور حکم دے دیا گیا
(اے عورتوں) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی
چلی جاؤ۔

حضرت لوط علیہ السلام کے قصے سے آج بھی انسانی زندگی پر بہت اثر پڑتا ہے کیونکہ ایسے گناہ آج کے مسلم معاشرہ میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ان سے بچنا ضروری ہے، اور اگر ان کو ختم کرنے کا کوئی اقدام نہ کیا جائے تو سارا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے اور گناہوں گاروں کے ساتھ بے گناہ بھی مارے جاتے ہیں۔

- حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو قرآن حکیم نے "احسن قصص" کہا ہے۔ حضرت یوسف کے قصے میں کئی واقعات یک بعد دیگرے بیان کیے گیے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کے بچپن کے خواب جس میں سورج، چاند اور گیارہ ستاروں کا ان کو سجدہ کرنے سے لے کر مصر کے بادشاہ بننے تک کے تمام واقعات انسانی زندگی اور معاشرے پر بہت گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ﴾ [22]

ترجمہ: جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ ابا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج، چاند کو دیکھا کہ وہ سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ خواب سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اسے اپنے بھائیوں سے ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان سے حسد کرتے، اور حسد ایک ایسی معاشرتی بیماری ہے جو دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے جس معاشرے میں یہ مرض بڑھ جائے وہ اخلاقی طور پر تباہ ہو جاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اس حسد ہی کی بنا پر آپ کو کنواں میں پھینک دیا تھا ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنواں میں سے نکال کر جب مصر کے بازار میں لایا گیا تو بادشاہ مصر نے آپ کو خرید

[22] – *Al-Qurān, 12: 4*

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

لیااور اپنے گھر لائے اور بیوی سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ پہنچے بعد ازاں بادشاہ کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر انہیں ورغلانے لگی اور جب آپ زلیخا کے بہکاوے میں نہ آئے تو آپ کو قید خانے میں بھیج دیا اس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں آیا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ کَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَکُنْ مِّنَ الْجَاهِلِیْنَ﴾[23]

ترجمہ: یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے، اگر تو ان کا فن فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور بالکل نادانوں میں جا ملوں گا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کی زندگی کے سارے قصے سے جو انسانی صفات اور اصول سامنے آئے ہیں وہی ایک معاشرے کے لیے ضروری ہیں اور اسلامی معاشرے کی تعلیمات ہیں جن کو اپنا کر انسانی زندگی معاشرے میں اپنا مقام پیدا کر سکتی ہے یعنی آج بھی انسانی نظام حیات کے لیے اس قصے میں عمل کرنے کے لیے سبق موجود ہے۔

اس واقعے سے صبر کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے یعنی جس قسم کی چیزوں کو صبر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کے مختلف نام ہیں یعنی اگر کوئی اپنی ناجائز خواہشات کو قابو میں رکھے اور اس کے مقابلہ میں صبر کرے تو اسے عفت کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف نے مصری عورتوں اور عزیز مصر کی بیوی کی فریب کاری پر صبر کیا اور اگر دولت کے بعد تکبر اور بخل سے بچا جائے تو اسے ضبط نفس کہتے ہیں۔ اسی طرح میدانِ جنگ اور ایسے ہی دوسرے خطرناک حالات پر صبر کرنا شجاعت ہے۔ اگر غیض وغضب پر صبر کیا جائے اسے حلیم کہتے ہیں اگر دوسروں کی برائیوں کو ظاہر نہ کیا جائے اور پردہ پوشی کی جائے اسے شرافت کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے معاملہ میں کیا تو اس کا نام شرافت ہے آپ نے ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا بھائیوں کی ندامت کے وقت وسعت قلب کا ثبوت دیا انہیں نہ صرف در گزر کر دیا بلکہ اکرام اور عزت بھی عطا کی یعنی انتقام کی قدرت رکھنے

---

[23] – *Al-Qurān, 12: 33*

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

کے باوجود انہیں معاف کیا جن کیوجہ سے آپ کو تکلفیں اٹھاناپڑی تھیں آپ بدلہ لے سکتے تھے لیکن نہیں لیااس میں آج کے نوجوان کے لیے سبق ہے۔قرآن میں آتا ہے:

﴿ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾[24]

ترجمہ: جواب دیا آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے اللہ تمہیں بخشے وہ سب مہربانوں سے بڑامہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو صبر ورضا کے ان تمام مراحل میں ایسا کمال عنایت فرمایا جس کو مثل اعلیٰ کہا جاتا ہے جیسا کہ آزاد ہونے کے باوجود غلام بن جانے پر صبر کیا، قید خانے کے مصائب پر صبر کیا، انسان کو مشکل حالات میں گھبرانا نہیں چاہیے یہ تربیت رحمانی ہے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے اندر بھی حق کا پرچار کیا گھٹن حالات میں بھی فرض سے غفلت نہیں برتی۔

نبی کریم ﷺ نے اس کی تصدیق ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے کہ

اسلامی معاشرے کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہاں کے رہنے والے دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث نہیں بنتے یعنی اسلامی معاشرے میں قطع طریق سے منع کیا گیا ہے۔حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے بداعمال لوگ دولت اور طاقت کے گھمنڈ میں بدست تھے وہ ان لوگوں کو خاص طور پر تنگ کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہ پر چل پڑے تھے اور ان کو تنگ کرنے کے لیے خصوصی طور پر راستوں میں اوباشوں کو بیٹھا دیتے تھے تاکہ وہ انہیں آتے جاتے تنگ کیا کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے سے روکیں۔

جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ﴾[25]

ترجمہ: اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والے کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو۔

24 – *Al-Qurān, 12:92*
25 – *Al-Qurān, 7:86*

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

- حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ انسانی زندگی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ آپ علیہ السلام لوگوں کو حسی اور معنوی طور پر قطع طریق سے منع فرمارہے ہیں یعنی راستوں پر نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر کچھ حاصل کرلو۔[26] کیونکہ یہ بات اسلامی معاشرتی تعلیمات کے خلاف ہے۔

اسی طرح ایک چیز جو اسلامی معاشرتی تعلیمات کے خلاف ہے حضرت شعیب علیہ السلام کے قصے میں مضمر ہے وہ یہ کہ اس غرض سے راستہ میں بیٹھنا کہ لوگوں کو تنگ کیا جائے، راستہ کو روک کے رکھنا اور لوگوں میں آوازیں کسنا کہ ان کا مذاق اڑایا جائے سخت منع ہے، جس کا نتیجہ قوم کی تباہی ہے۔ اس طرح قوت ایمان، ضبط نفس، صبر و شکر، عفت و دیانت، امانت، عفو در گزر، جذبہ تبلیغ، استقامت اور سخاوت جیسی خوبیاں اس قصے سے نمایاں ہوتی ہیں جو نوجوانوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

- حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے صابر اور شکر کرنے والے نبی تھے۔ ان کا عہد حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درمیانی عہد ہے۔ آپ علیہ السلام کی بیماری اور اس میں ان کا صبر مشہور ہے، اللہ تعالیٰ نے اہل و مال کی تباہی اور بیماری کے ذریعے ان کی آزمائش کی جس میں وہ کئی سال مبتلا رہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ-اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍؕ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَۚ-هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ وَ خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْؕ-اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًاؕ-نِعْمَ الْعَبْدُؕ-اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾[27]

ترجمہ: اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا (بھی) ذکر کر جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی ہے اور ہم نے اسے اس کا

---

[26] –Ibn Kathir, Tafsīr Ibn Kathīr, Dar al-Kutub al-Ilmiya, Beirut, Lebanon, 1998, v.3, p.401
[27] – *Al-Qurān, 38:41-44*

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ اپنی (خاص)
رحمت سے، اور عقلمندوں کی نصیحت کے لیے اور اپنے ہاتھ میں
تنکوں کا ایک مٹھا (جھاڑو) لے کر مار دے اور قسم کا خلاف نہ کرے
سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا، وہ بڑا نیک بندہ تھا اور
بڑی ہی رغبت رکھنے والا۔

آپ علیہ السلام کو زندگی میں کئی آزمائشوں سے گزرنا پڑا مگر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور شکر ہی ادا کرتے رہے زبان پر کبھی شکایت کا حرف نہ آیا، آخر آپ اس امتحان اور آزمائش میں کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت بھی دے دی اور مال و دولت اور اولاد سے بھی نوازا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ دوبارہ عطا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص کے اظہار کے علاوہ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ اہل عقل و دانش نہ صرف اس سے سیکھیں بلکہ عبرت بھی حاصل کریں اور مصیبتوں پر اسی طرح صبر کریں جیسا کہ آپ علیہ السلام نے کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان سے کہا کہ زمین پر پیر مارو جس سے ایک چشمہ جاری ہو گیا اور اس کے پینے سے تمام بیماریاں دور ہو گئیں۔[28]

انسان سے اگر سب کچھ چھن بھی جائے تو اسے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت زیادہ دولت مند اور صاحب اولاد تھے، دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے واپس لے لیں یہاں تک کہ وہ بیماری میں بھی مبتلا کر دیئے گئے لیکن انہوں نے صبر و شکر ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کھوئی ہوئی چیزوں کو واپس لوٹا دیا، یہ اس لیے کہ آنے والے لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں آج بھی اگر انسان پر یہ حالات پیش آجائیں تو اسے صبر و شکر سے کام لینا چاہیے۔ یہ قرآنی قصص انسان کو سبق دیتے ہیں کہ اسے اپنی زندگی کیسے گزارنی ہے؟ خوشحالی میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا آسان ہے لیکن اگر مشکل حالات میں آزمائش آجائے تو صبر کرنا مشکل ہو جاتا ہے انسان کو چاہیے کہ کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے گناہوں پر مصیبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک امتحان ہوتی ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

[28] – Sewhārī, Hafīz Ur Rehmān, Mulakhaṣ Qaṣaṣ al-Qurān, p.256

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

آج بھی عورتیں اگر مشکل حالات میں اپنے شوہر کا ساتھ دیں تو معاشرہ پر امن ہو جائے مرد عورت کے تعلقات میں وفاداری سب سے بڑی خوبی ہے

- سیدنا یونس علیہ السلام کے قصے میں انسان کے لئے جو سبق ہیں وہ بھی قابل توجہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾[29]

ترجمہ: اور بے شک یونس (علیہ السلام) پیغمبروں میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انبیاء اور سورۃ الانعام میں دوسرے کئی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حضرت یونس علیہ السلام کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شہر ''نینوی'' کے باشندوں کی ہدایت کے لیے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہاں کے باسی شرک میں مبتلا تھے۔ آپ کے علیہ السلامنے ان لوگوں کو ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کا حکم دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا اور اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے جب عرصہ دراز گزر جانے کے باوجود ان کے رویے میں تبدیلی نہ آئی تو حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبردار کیا کہ عنقریب تم لوگوں پر عذاب آنے والا ہے۔ یہ کہہ کر انہیں چھوڑ کر شہر سے نکل گئے اور تین دن کے بعد نزول عذاب کی دھمکی دے گئے۔ یہ سن کر شہر کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ علیہ السلام سے کبھی کوئی جھوٹی بات صادر نہیں ہوئی۔ انھوں نے دیکھا کہ رات حضرت یونس علیہ السلام شہر سے باہر تشریف لے گئے ہیں اور واقعی صبح ہوتے ہی عذاب کے آثار نظر آنے لگے کہ چاروں طرف سے کالی بدلیاں نمودار ہوئیں اور ہر طرف دھواں چھا گیا یہ منظر دیکھ کر انہیں یقین ہو گیا کہ عذاب آنے والا ہے۔ تو انہوں نے آپ علیہ السلام کی تلاش شروع کر دی مگر آپ علیہ السلام انہیں نظر نہ آئے اب لوگ خوف خدا سے کانپ اٹھے اور سب عورتوں، بچوں اور اپنے مویشوں کو ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور رو رو کر حضرت یونس علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار کرنے لگے اور استغفار میں مشغول ہو گئے گڑا گڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگے اور جو ایک دوسرے پر مظالم کئے تھے ایک دوسرے سے معاف کرانے لگے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان پر سے عذاب اٹھا لیا گیا۔[30] لوگ پھر شہر میں آکر امن سے رہنے لگے اس واقعے کو ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے:

---

29 – *Al-Qurān, 37:139*
30 – Ibn-Kathīr, Qasas-ul-Anbiyā, p.336

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴾[31]

ترجمہ: چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا سوائے یونس (علیہ السلام) کی قوم کے جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت (خاص) تک کے لیے زندگی سے فائدہ اٹھانے (کا موقع) دیا۔

مطلب یہ کہ جب کسی قوم پر عذاب آجاتا ہے تو عذاب آجانے کے بعد ایمان لانا مفید نہیں ہوتا مگر یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنے کے بعد بھی جب وہ لوگ ایمان لانے تو ان سے عذاب اٹھالیا گیا کیونکہ انہوں نے دعائیں مانگیں تھیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعائیں بہت اثر رکھتی ہیں اور عذاب کو ٹال دیتی ہے۔ آج بھی انسان زندگی کے لیے اس میں ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے دعا مانگیں۔ آپ علیہ السلام شہر سے نکل گئے اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے جو سمندر کے درمیان جا کر رک گئی وہاں کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ کشتی تب ہی کھڑی ہوتی ہے جب کوئی اس میں بھاگا ہوا غلام سوار ہوتا ہے انھوں نے قرعہ نکالا تو آپ علیہ السلام کا نام نکلا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو سمندر میں پھینک دیا اور ایک مچھلی نے آپ کو نگل لیا۔ آپ نے آیت کریمہ کا ورد شروع کیا تو اس نے آپ کو کنارے پر آکر اگل دیا۔ اپنی قوم میں تشریف لائے سب لوگ احترام کے ساتھ پیش آئے اور آپ علیہ السلام پر ایمان لائے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَن لَّن نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا أَنتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ۚ وَكَذَٰلِكَ نُنجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴾[32]

31 – *Al-Qurān, 10:98*
32 – *Al-Qurān, 21: 87-88*

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

ترجمہ: مچھلی والے (حضرت یونس علیہ السلام) کو یاد کرو جبکہ وہ غصہ سے چل دیا اور خیال کیا کہ ہم اسے نہ پکڑ سکیں گے بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اٹھا کہ الٰہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے، بیشک میں ظالموں میں ہو گیا تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات دے دی اور ہم ایمان والوں کو اسی طرح بچا لیا کرتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دل ہلا دینے والی مصیبت اور مشکلات سے یہ ہدایت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو کس کس طرح امتحان میں ڈالتا ہے لیکن جب بندے امتحان میں پڑ کر صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور اللہ تعالی کی یاد سے غافل نہیں رہتے تو اللہ تعالی بندوں کی نجات کا غیب سے ایسا انتظام فرماتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔اسی طرح جو لوگ اپنے گناہوں توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کر کے انکو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکل کر جب مدین پہنچے تو آپ نے وہاں پانی کے چشمے پر لوگوں کی بھیڑ دیکھی جو اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے کنویں کے قریب دو لڑکیاں اپنے جانوروں کو روکے کھڑی تھیں۔آپ نے پوچھا تم یہاں ایک طرف ہو کر اپنے جانوروں کو روکے کیوں کھڑی ہو انہوں نے جواب دیا۔ ہمارا باپ بوڑھا ہے ہم خود پانی کنویں سے نکال نہیں سکتیں۔اس لیے اس انتظار میں ہیں کہ جب لوگ چلے جائیں تو حوض میں بچا ہوا پانی اپنے جانوروں کو پلا دیں آپ نے دوسروں کو ہٹا کر لڑکیوں کے ریوڑ کو پانی پلایا، لڑکیاں خوش ہو کر گھر چلی گئیں۔[33] اس واقعے سے سمجھ آتا ہے کہ نوجوان لڑکوں اور مرد حضرات کا معاشرہ میں یہ کردار ہونا چاہیے کہ وہ ہر وقت ضرورت پڑنے پر معاشرہ میں لوگوں کی خصوصاً کمزور عورتوں کی مدد کرنے کے لیے تیار رہیں کچھ دیر کے بعد ان دونوں میں سے ایک لڑکی آئی اور کہا میرے والد نے آپ کو بلایا ہے تا کہ آپ کی خدمت کا کچھ صلہ دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس کے ساتھ اس کے گھر جا رہے تھے تو قرآن نے ان بچیوں کی حیاء کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ

﴿ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ ﴾[34]

---

[33] – Uthmāni, Shabīr Ahmad, Maktaba Rahmānia, Lahore, v.2, p.268
[34] – *Al-Qurān, 28:25*

**The Scholar Islamic Academic Research Journal**
Vol. 7, No. 2 || July –December 2021 || P. 55-73
https://doi.org/10.29370/siarj/issue13urduar4

ترجمہ: اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم و حیا سے چلتی ہوئی آئی۔

حضرت موسیٰ جب ان کے ساتھ چلے تو ان کے حیا کا تذکرہ مفسرین نے یوں کیا کہ آپ خود آگے آگے چلے اور اس لڑکی کو کہا کہ تم میرے پیچھے چلو اور اشاروں سے مجھے اپنے گھر کا راستہ بتاتی جانا۔ حیا اسلامی معاشرے کے افراد کی ایک اہم خصوصیت ہے آج کے نوجوانوں کے لیے بھی سبق ہے کہ وہ بھی اپنے اندر حیا رکھیں تا کہ معاشرے کا ماحول پُر فضا رہے۔ مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے اندر مختلف ادوار کے قصائص الانبیاء کا تذکرہ اس لیے کیا ہے کہ انسانی معاشرہ کے خدوخال انسانوں کے معاشروں میں پیدا کیے جا سکیں مثالوں کے ذریعے احکام الٰہی کو واضح کیا گیا ہے تا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ آج کل احکام الٰہی پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے۔ اب تمام مسلمانوں پر یہ حقیقت عیاں ہو جانا چاہیے کہ ہمارے سامنے معاشرتی، معاشی، سماجی اور سیاسی تمام پہلوؤں پر مختلف ادوار کے انبیاء کے ذریعے سے جو تعلیمات الٰہی دی گئی ہیں ان پر عمل پیرا ہونا ہمارے لیے لازم ہے۔

**خلاصہ کلام:**

- یہ تحقیق حیات انسانی کے موجودہ حالات کے تناظر میں قصص قرآنی کے مطالعے پر مبنی ہے۔
- اس تحقیق میں کچھ انبیاء علیہم السلام کی سیرت کے پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر کے لئے قومی ترقی کی ترجمانی کی گئی ہے۔
- اس تحقیق میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ موجودہ معاشرتی برائیاں کیا ہیں ؟اور قصص قرآنی ہمیں کس طرح معاشرتی برائیوں کا حل بتاتے ہیں۔ اس لئے ہر قصے کے آخر میں معاشرتی برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور انکا حل پیش کیا گیا ہے، وہ چاہے سیدنا ایوب علیہ السلام کا واقعہ ہو یا سیدنا یونس علیہ السلام یا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی سیرت کا واقعہ۔